نہ تو قیامِ پاکستان کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے تحفظ میں کامیابی ہوئی، نہ عظیم انسانی بلاک کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور نہ اندرونِ ملک اسلامی زندگی کے نظم و قیام کی آرزو ہوئی۔ حیدرآباد دکن کی عظیم ریاست ختم ہوگئی اور مسلم اکثریت کی ریاست کشمیر کا مسئلہ ایسا الجھا کہ معلوم ہوتا ہے اس کے حل کا سر رشتہ ہی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

اب صورتِ حال یہ ہے:

۱۔ اسلامی تہذیب و تمدن کا فروغ تو درکنار اس کا سراغ لگانے کے لیے بھی تحقیق کرنی پڑے گی۔

۲۔ اُردو زبان کو ہم نے خود نہایت خوشی سے مغربی پاکستان کی حدود تک محدود کر لیا اور مغربی پاکستان میں بھی اس کی حیثیت حقیقت سے زیادہ مفروضے کی ہے۔

۳۔ محض اسلام کی بنیاد پر مشرقی پاکستان کو بھی ہم اپنے ساتھ رکھنے میں ناکام ہوگئے۔ اور ماتم صرف یہی نہیں کہ ہم پاکستان کو اس کی حقیقی حدود میں قائم کرنے میں ناکام ہوگئے تھے بلکہ رونا یہ ہے کہ جو کچھ ملا تھا اس کی حفاظت بھی نہیں کر سکے۔

۴۔ اس حقیقت کو کوئی کیوں کر جھٹلا سکتا ہے کہ اسلام پاکستان کے بقیہ چاروں صوبوں میں قدرِ مشترک ہونے کے باوجود ان کے اتحاد و یک جہتی کے لیے واحد بنیاد نہیں ہے اور تجربے کے بعد معلوم ہو گیا کہ سیاسی، معاشی، لسانی، تہذیبی عوامل اس سے زیادہ مؤثر حیثیت رکھتے ہیں۔

۵۔ اور ان تمام باتوں کے علاوہ ایک خاص بات یہ ہے کہ چند افراد کو اپنے سوا اسلامی نظام کے قیام کے لیے جذبات میں بھی کوئی مخلص نظر نہیں آتا۔

۶۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی

جا رہی ہے۔

اگر گزشتہ چالیس سال تاریخ کا مطالعہ مولانا سندھی مرحوم کے افکار کی روشنی میں کھلے ذہن کے ساتھ کیا جائے تو نہ صرف ہمارے کئی ذہنی خلفشار دُور ہو سکتے ہیں بلکہ ملک میں ایک متوازن سیاسی نظام، معاشی انصاف اور مسلمانوں کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی کی اصلاح و استحکام کے لیے ایک صحیح نقطۂ نظر اور راہِ عمل اختیار کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

(مُسلسل)

افادات
و
ملفوظاتِ
مولانا عُبید اللہ سندھیؒ
مُرتبہ
پروفیسر محمد سرور
قیمت
اٹھارہ روپے
ملنے کا پتہ
سندھ ساگر اکادمی لاہور چوک مینار انارکلی

عباد اللہ فاروقی

# حضرت شیخ جمال الدینؒ

المعروف بہ

# شیخ بہلول دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جمال الدین معروف بہ شیخ بہلول دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے جدّ مادری سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا وطن دہلی تھا اور عہد اکبری کے مشاہیر علماء اور اصحاب سلوک وطریقت میں سے تھے۔ سلوک وطریقت کی تکمیل حضرت شیخ محمد داؤد جہنی والؒ کی خدمت میں کی اور علوم معقول ومنقول میں سید رفیع الدین سلامی الشیرازی کے شاگرد تھے۔

سید رفیع الدین نویں صدی کے اعاظم محدثین اور کاملانِ روزگار سے ہیں اور بہ یک واسطہ ان کا سلسلۂ تلمذ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ وہ حافظ شمس الدین سخاوی کے شاگرد ہیں، حافظ سخاوی حافظ عسقلانی کے۔

معقولات کی تحصیل خود علامہ جلال الدین دوّانی سے کی تھی۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ان کا خاندان شیراز میں اس درجہ محترم تھا کہ علامہ دوانی خود ان کے مکان پر آکے درس دیا کرتے تھے۔ حافظ سخاوی نے ملاقات سے پہلے پچاس کتابوں کی تحریری اسناد بھیج دی تھیں، اور لکھا تھا کہ آپ جیسے صاحب کمال کے لیے درس و تلقین ضروری نہیں۔ لیکن

ان کے شوقِ علم نے اس پر قناعت نہ کی، خود قاہرہ پہنچے اور عرصہ تک حافظ موصوف کی خدمت میں رہے۔ حافظ سخاوی نے ضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ اور اخبار الاخیار، منتخب التواریخ اور روضۃ العلماء وغیرہ میں بھی حالات ملتے ہیں۔

سلطان سکندر لودھی کے زمانے میں ہندوستان آئے اور اس کی عقیدت و ارادت اس طرح عالمگیر ہوئی کہ یہیں مقیم ہو گئے۔ سلطان سکندر لودھی سے لے کر سلیم تک تمام شاہانِ ہند ان کے خدمت گزار رہے۔ بڑے بڑے علمائے وقت نے فنِ حدیث میں ان کی شاگردی کی۔ شاہ عبدالحق کے عہد سے پہلے ان اطراف میں فنِ حدیث کے درس و تدریس کا جس قدر چرچا ہوا وہ انہیں کے قیامِ ہند کا فیضان ہے۔ ہمایوں کو جب شیرشاہ سے شکست ہوئی تو سید صاحب کے مکان پر جاکر طالبِ دعا ہوا۔ تذکرۃ الواقعات میں ہے کہ ہمایوں کو ایران جانے کا مشورہ سید صاحب ہی نے دیا تھا۔ سالِ وفات ۹۵۴ھ ہے۔ اس طرح گویا مولانا جمال الدین بہ دو واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا جمال الدین کے شیخِ طریقت حضرت داؤد جہنی وال تھے ان کی نسبت مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ شیرشاہی و سلیم شاہی عہد کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ایک بزرگ شیخ داؤد جہنی وال تھے، ان کے آباء کرام عرب سے ہندوستان آئے اور ملتان میں قیام کیا۔ ان کی ولادت وہیں ہوئی۔ لیکن ایک عرصے کے بعد مجاہدات و ریاضات کے بعد جب ہدایت و ارشاداتِ خلق اللہ کی طرف متوجہ ہوئی تو موضع جہنی علاقہ لاہور میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اور اپنی پاک نفسی اور قوتِ ربانی کے جاذبہ سے ہزاروں لاکھوں طالبانِ حق کے دلوں کو تسخیر کرلیا۔ یہ اس عہد پُرفتن و فساد کے ان بزرگانِ حق میں سے ہیں جو مدت العمر اپنی بوریائے فقر پر قانع رہے اور دُنیائے فانی کی دلفریبیاں کبھی ان کی جمیعت خاطر کو پراگندہ نہ کرسکیں منتخب التواریخ، اخبار الاخیار، تذکرۃ الواصلین طبقاتِ کبریٰ اور روضۃ العلماء وغیرہ میں ان کے مفصل حالات درج ہیں اور سب ایک زبان ہو کر لکھتے ہیں کہ اعلانِ حق اور امر بالمعروف میں وہ تیغِ بے نیام تھے اور کسی حال

یں اپنے تئیں وعظ و نصیحت اور تذکیر وارشاد حق سے الگ نہیں رکھتے تھے ۔ وہ عالمانِ بے عمل اور صوفیانِ ریاکار سے سخت بیزار تھے ۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ جن علماء نے بادشاہوں اور امیروں کو اپنا قبلۂ حاجات بنایا ہے اُن سے وہ مکھی ہزار درجہ بہتر ہے جو نجاست پر بیٹھتی ہے ۔ پھر یہ رباعی پڑھتے ؎

آں کس کہ ز نخوغا نہ دہد داسنے برو
بر خلق جہاں دِل بدہد ، واسے برد
در دست فقیر نیست نقد جز و قست
آں نیز اگر از دست دہد وائے برو

مولانا ابوالکلام آزاد تذکرۃ الواصلین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مولانا جمال الدین" علم و طریقت اور ظاہر و باطن کے جامع تھے ۔ تمام علوم و فنون کے درس و تدریس میں استاد تسلیم کیے گئے ۔ علی الخصوص علم حدیث کے درس و اشاعت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے ۔ دہلی میں صرف وہی ایک بزرگ تھے جن کے ہاں محدثین کے طرز پر کتب صحاح کی تعلیم ہوتی تھی ۔ طلبہ دوسری جگہوں سے فراغت حاصل کر کے ان کی خدمت میں پہنچتے اور علم حدیث میں استفادہ کرتے ۔ شیخ رفیع الدین سلامی لودھیوں کے زمانہ میں ہندوستان میں آئے ۔ اور علامہ دوانی کی مصنفات کے ساتھ علم حدیث کا ذوق بھی اپنے ساتھ لائے ۔ انہیں کے شاگرد مولانا جمال الدین بھی تھے ۔ ان بزرگوں نے علم کا ذوق علمائے ہند میں پیدا کیا ۔ مولانا جمال الدین کے آخری عہد میں شیخ عبدالحق حجاز سے واپس آئے ۔ ان کی تدریس و تصنیف نے ایک پورا سلسلۂ تعلیم ملک میں قائم کر دیا ۔

ملا بدایونی منتخب التواریخ میں مولانا جمال الدین کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :

"علم حدیث را خوب ورزیدہ در صحبت اہل فقر و فنا رسیدہ مدت مدید است کہ لذت آں وادی دریافتہ ۔ و توفیق استقامت واستدامت برآں رفیق او گشتہ با اہل دنیا کارے ندارد و با افادہ و افاضۂ طلاب علم مشغول است ۔"

دوسری شہادت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ہے کہ وہ ان کے معاصر ہیں اور ان کی زندگی ہی میں لکھ رہے ہیں :

"جامع میان علمِ شریعت و طریقت از اول فطرت برنشستہ عبادت و تقویٰ و صلاح برآمدہ و بر عصمتِ ذاتی نشو و نما یافتہ۔ بعد تحصیل علمِ دینی بہ تہذیب اخلاق و تبدیلِ صفات موفق شدہ۔ الحق دریں زمان در زمرۂ علماء و فضلاء ایں چنیں مردم در سلوک ایں طرح و رسوخِ قدم اتباعِ سنت حضرت سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نادر و عزیزالوجود اند۔"

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی جس دورِ علم و تعلّم کے بانی ہوئے اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ علمِ حدیث کے متعلق فارسی زبان میں کہ ملک کی عام زبان تھی تصنیف و تراجم کی بنیاد ڈالی۔ خود شاہ صاحب نے مشکوٰۃ وغیرہ ترجمہ کیا۔ پھر ان کے صاحبزادہ شیخ الاسلام نورالحق نے صحیح بخاری کا ترجمہ کیا لیکن تذکرۃ الواصلین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بھی مولانا جمال الدین ہی کا شروع کردہ ہے۔ انھوں نے صحیح بخاری کی فارسی زبان میں ایک شرح لکھی تھی جو کتاب النکاح تک مکمل ہوئی تھی۔ اور اس زمانے میں بہت ہی مشہور و متداول تھی ان کی دوسری تصنیف اصولِ بزدوی کی شرح ہے۔ صاحب تذکرۃ الواصلین نے شیخ عبدالحق کا قول نقل کیا ہے :

"و از تصنیفاتِ اوست شرح اصول بزدوی کہ امروز در تمام دیار مشہور است و در طلباء فن مقبول۔"

اس زمانہ میں دارالحکومت آگرہ تھا لیکن اصحابِ علم کا مرکز ہمیشہ دہلی رہی خصوصاً علمائے حق جو دربارِ شاہی کے تعلقات کی ابتلاؤں سے پاک تھے اس گوشۂ علم کو دارالحکومت کے شور و غوغا پر ترجیح دیتے تھے۔ شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں ؎

حقا از گوشۂ دہلی نہ نہم پا بیرون
خود گرفتیم کہ ملک گجراتم دادند

لیکن جب خاندان ملا مبارک کو دربار حکومت میں عروج ہوا اور دربار شاہی کی حالت دگرگوں نظر آئی تو مولانا جمال الدین ہندوستان سے قطع تعلق کرکے، کہ معظمہ چلے گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد بحوالہ تذکرۃ الواصلین ترکِ وطن کی حسب ذیل وجہ لکھتے ہیں:

"جب بعض علماء عصر نے اکبر کے امام وقت ہونے کا محضر تیار کیا اور تمام علماء دارالحکومت نے اس پر مہریں ثبت کیں تو وہ محضر دہلی میں بھی آیا اور ان سے تصدیق و امضاء کے لیے کہا گیا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ جس قدر ہو چکا کافی ہے ہم فقیروں اور گوشہ نشینوں کو کیوں تکلیف دی جاتی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو تمام علمائے ہند سے استصواب کرلیا جائے۔ اس کے بعد جب علمائے مشرق نے بادشاہ کے خلاف فتویٰ دیا اور لکھا کہ اکبر شریعت سے منحرف ہوگیا ہے تو بعض علمائے دہلی کی نسبت دربارِ حکومت کو شبہ ہوا کہ علمائے مشرق سے نامہ و پیام رکھتے ہیں، انھیں میں مولانا جمال الدین بھی تھے۔ جب حالات روز بروز مخدوش ہونے لگے تو انھوں نے حج کا ارادہ کیا اپنے تلامذہ و مریدین کی ایک جماعت ساتھ لے کر مکہ معظمہ چلے گئے" (تذکرہ)

مولانا ابوالکلام آزاد نے حضرت شیخ جمال الدین کے ترکِ وطن کی ایک اور وجہ بحوالہ تذکرۃ الواصلین لکھی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ

"بعض علمائے وقت خصوصاً شیخ الاسلام مولانا عبداللہ سلطانپوری کو حضرت شیخ (احمد داؤد پیر طریقت حضرت شیخ جمال الدین) سے سخت حسد و عناد تھا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ شیخ موصوف پر میر سید محمد جونپوری کی نسبت منکشف ہوا تھا کہ وہ کبار اولیاء اللہ اور صاحبانِ مدارج و مقاماتِ عالیہ میں سے ہیں اور ان کے احوال و مقامات